Fikr-o-Nasar vol.1:6 (1963) © rasailojaraid.com

حدیث اور اهل السنۃ و الجماعۃ

(ڈاکٹر فضل الرحمان)

(حدیث پر سلسلۂ مقالات کی یہ چوتھی کڑی ہے - آئندہ شمارہ میں اس کی پانچویں اور آخری قسط پیش خدمت کی جائے گی جس میں پچھلے تمام مباحث کے نتائج درج ہوں گے - اس کی اشاعت کے انتظار کی زحمت فرمائیں -)

اسلام کی مذہبی تاریخ کی ایک نمایاں خصوصیت، جسے پیش نظر رکھنا اور جس کی اہمیت کو پہچاننا اس تاریخ کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے لازمی ہے، یہ ہے کہ جس لمحہ سیاسی، کلامی، اور فقہی اختلافات سے امت کی وحدت کا شیرازہ منتشر ہونے لگا، اسی وقت اس وحدت کی حفاظت کا جذبہ اور تصور بھی قوت پکڑنے لگا - یہ عقیدہ کہ یہ وحدت ایک مخصوص قسم کی ترکیب یا آمیزہ (Synthesis) ہوگی اور یہ میانہ روی اور اعتدال کا راستہ ہوگا، اس تصور کا منطقی اور لازمی نتیجہ ہے - اس مفہوم کو بعد میں لفظ ''سنت'' کے ذریعہ ظاہر کیا گیا - یہی وجہ ہے کہ الفاظ ''السنت والجماعت'' نہ صرف ہمیشہ ساتھ ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں، بلکہ ان میں لزوم کا رشتہ بھی پایا جاتا ہے -

ابتدا ہی سے '' اہل السنت والجماعت '' کہلانے والے گروہ کے پیش نظر بنیادی کام یہ نہ تھا کہ مذہبی حقائق کی تعیین و تعریف کرکے انہیں دوسروں پر مسلط کرے، بلکہ اس کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ وہ انہیں استحکام بخشے اور مناسب طریقہ پر ان کی توضیح و تشریح کرے - اسی طرح اس کے سامنے یہ مقصد بھی نہ تھا کہ وہ انسان اور خدا کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت اختیار کرلے، نہ یہ تھا کہ وہ مختلف مذہبی گروہوں کے کلامی یا فقہی تنازعوں کے مابین خود ایک فریق کی حیثیت اختیار کرلے بلکہ اس کے پیش نظر تو یہ تھا کہ ان گروہوں کے درمیان توازن پیدا کرکے جہاں تک ممکن ہو انہیں اعتدال اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میانہ روی سے تجاوز نہ کرلے دے - اھل السنت کے نظام فکر و عمل کی تشکیل کے اس مہتم بالشان عمل میں جن لوگوں نے سب سے زیادہ موثر حصہ لیا وہ اھل الحدیث ھی تھے -

سیاسی جنگوں اور ان کے بعد جو کلامی بحثیں چھڑیں، ان کے نتیجہ میں ایک خاص قسم کی احادیث کا نشو و نما ھوا جن میں پیش گوئی کی کیفیت پائی جاتی ھے - اس قسم کی احادیث کو " احادیث الفتن " کے نام سے موسوم کرتے ھیں اور یہ حدیثیں اس خانہ جنگی سے متعلق ھیں جو حضرت عثمان رض کے بعد شروع ھوئی - ان احادیث کا مقصد صاف طور پر یہ نظر آتا ھے کہ خوارج اور اھل تشیع کی سیاسی اور کلامی انتہا پسندیوں کے مابین ایک درمیانی راستہ پیدا کیا جائے -

مسلمانوں کی سیاسی خانہ جنگی سے متعلق ان احادیث کے لئے وجہ جواز پیش کرنے کی غرض سے بعض ایسی احادیث کی اشاعت کی گئی، جو اس نوعیت کی تمام حدیثوں پر حاوی ھیں - مثلاً : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل حدیث :-

عن حذیفة قال : قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترك شیئاً یکون فی مقامه ذالك الی قیام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه قد علمه اصحابي هؤلاء وانه لیکون منه الشئ قد نسیته فاراه فاذکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا رآه عرفه - (متفق علیه)

یعنی " رسول اللہ صہ ایک بار (ھم سے خطاب کرنے کے لئے) ھمارے درمیان اس طور پر کھڑے ھوئے کہ انھوں نے اپنے خطبہ میں کوئی (اھم) بات نہیں چھوڑی جو تا قیامت واقع ھوسکتی ھو اور جس کا تذکرہ آپ صہ نے اپنے خطبہ میں نہ کیا ھو - کچھ لوگ ھیں جنھوں نے اس خطبہ کو یاد رکھا اور بعض لوگ اسے بھول گئے - اس میں بعض باتیں ایسی ھیں کہ جب کبھی سامنے آجاتی ھیں تو میرے حافظہ میں تازہ ھوجاتی ھیں، جس طرح کسی آدمی کو ایسے شخص کی صورت کا موھوم سا خیال ھو جس کو اس نے عرصہ دراز پہلے دیکھا تھا لیکن اگر وھی آدمی سامنے آجائے تو وہ اسے فو

©rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہچان لیتا ہے۔" یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے۔ (۱) اسی مضمون کی ایک اور روایت یہ ہے :-

عن حذيفة قال : والله ما أدري انسى اصحابي ام تناسوا
والله ما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من قائد فتنة
الى ان تنقضى الدنيا يبلغ من معه ثلثمائة فصاعداً الا قد سماه
لنا باسمه واسم ابيه واسم قبيلته (رواه ابوداؤد)

یعنی "ابو داؤد نے حضرت حذیفہ رض سے یہ روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا : میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی (سچ مچ) بھول گئے یا وہ ظاہر یہ کرتے ہیں کہ انھیں یاد نہیں رہا۔ خدا کی قسم رسول اللہ ص نے تو روز قیامت تک برپا ہونے والے سیاسی تنازعہ کے ہر اس رہنما کی شناخت، اس کے اپنے اور اس کے آباء واجداد کے اور قبیلے کے ناموں کی تفصیل کے ساتھ کرادی تھی، جس کے متبعین کی تعداد تین سو یا اس سے زیادہ تک پہنچی ہو۔" (۲)

حدیث فتن کا ایک مثالی نمونہ بخاری اور مسلم کی حسب ذیل روایت ہے جو ان ہی حضرت حذیفہ رض سے مروی ہے :-

[سمعت حذيفة بن اليمان يقول] كان الناس يسئلون رسول الله
صلى الله عليه وسلم عن الخير وكنت أسأله عن الشر مخافة
ان يدركني فقلت : يا رسول الله انا كنا في جاهلية و شر
فجاءنا الله بهذ الخير فهل بعد هذا الخير من شر؟ قال: نعم
قلت: فهل بعد ذالك الشر من خير؟ قال: نعم وفيه دخن قلت:
وما دخنه؟ قال: قوم يستنون بغير سنتي ويهدون بغير هدى
تعرف منهم وتنكر— قلت : فهل بعد ذالك الخير من شر؟ قال :
نعم دعاة على ابواب جهنم من اجابهم اليها قذفوه فيها قلت :
يا رسول الله صفهم لنا قال: هم من جلدتنا ويتكلمون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالسنتنا قلت : فما تامرني ان ادركني ذالك قال : تلزم جماعة المسلمين وامامهم قلت : فان لم تكن لهم جماعة ولا امام قال : فاعتزل تلك الفرق كلها ولو ان تعض باصل شجرة حتي يدركك الموت وانت على ذالك (متفق عليه) وفي رواية لمسلم قال: يكون بعدى ائمة لا يهتدون بهداى ولا يستنون بسنتي وسيقوم فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان انس ۔ قال حذيفة قلت : كيف اصنع يارسول الله ان ادركت ذالك قال : تسمع وتطيع الامير وان ضرب ظهرك واخذ مالك فاسمع واطع ۔

یعنی " حضرت حذیفہ بن الیمان رض کہتے تھے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے اور میں آپ سے شر کی نسبت پوچھا کرتا تھا مبادا میں خود اس میں مبتلا ہوجاؤں ۔ اس لئے ایک مرتبہ میں نے سوال کیا : یا رسول اللہ پہلے ہم جہالت اور بدی میں مبتلا تھے پھر (آپ کے ذریعہ) خدا نے ہمیں بھلائی عطا کی ۔کیا اس کے بعد ایک مرتبہ پھر بدی کا دور ہوگا ؟ رسول اللہ ص نے فرمایا : ہاں ۔ ایسا ہی ہوگا ۔ میں نے دریافت کیا : کیا بدی کے بعد پھر نیکی کا فروغ ہوگا ؟ رسول اللہ ص نے فرمایا : ہاں ۔ لیکن اس میں برائی کی بھی آمیزش ہوگی ۔ میں نے سوال کیا : آمیزش کس قسم کی ہوگی ؟ رسول اللہ ص نے فرمایا : بعض لوگ میری سنت کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں کا اتباع کریں گے ، اور لوگوں کو اس راہ پر چلائیں گے جس پر میں نے انہیں نہیں چلایا تھا ۔ ان کے بعض اعمال اچھے ہوں گے اور بعض برے ۔ میں نے پھر رسول اللہ ص سے دریافت کیا : کیا خیر و شر کے اس امتزاج کے بعد برائی پھر پھیل جائے گی؟ آپ نے جواب دیا : ہاں ۔ کچھ لوگ دوزخ کے دروازے پر کھڑے نئی نئی باتیں پھیلائیں گے ۔ جو شخص ان کی بات سنے گا اسے وہ اٹھاکر جہنم میں ڈال دیں گے ۔ میں نے رسول اللہ ص سے کہا : ان لوگوں کی کیفیت بیان فرمائیے ۔ رسول اللہ ص نے فرمایا : یہ لوگ ہماری نسل میں سے ہوں گے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہماری ہی زبان میں بات کریں گے۔ میں نے پوچھا: اگر میں اپنے آپ کو اس صورت حال سے دو چار پاؤں، تو ایسی حالت میں میرے لئے آپ کیا حکم دیں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مسلمانوں کے سواد اعظم اور سیاسی رہنماؤں سے متمسک رہو۔ میں نے دریافت کیا: لیکن اگر ان کا کوئی اکثریتی گروہ نہ ہو اور نہ کوئی سیاسی رہنما، تب کیا کروں؟ رسول اللہ ص نے فرمایا: ایسی صورت میں تمام گروہ بندیوں سے کنارہ کش ہوجاؤ، خواہ تمہیں کسی درخت کی جڑوں سے چمٹ کر کیوں نہ رہنا پڑے، تا آنکہ تم کو موت آجائے۔'' (۳) اسی حدیث کی ایک دوسری شکل جس کو امام مسلم رح نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، یہ ہے۔ '' میرے بعد ایسے سیاسی رہنما پیدا ہوں گے، جو میری ہدایت کی پیروی نہیں کریں گے اور ان میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جن کا جسم تو انسانوں کی مانند ہوگا مگر ان کے دل شیاطین کے ہوں گے۔ حذیفہ رض کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ص سے دریافت کیا: یا رسول اللہ ایسی صورت حال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس پر رسول اللہ ص نے جواب دیا: وقت کے سیاسی رہنما کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو، اور خواہ وہ تمہاری پشت پر کوڑے ہی کیوں نہ لگائے، اور تمہارا سرمایہ ضبط کرلے تمہیں اس کی بات سننی چاہئے اور اس کے احکام کی اطاعت کرنی چاہئے'' ۔ (۴)

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کو رسول اللہ ص کے واقعی ارشادات کی حیثیت سے قبول کرنا ممکن نہیں۔ اسی طرح اس حدیث کو بھی ارشاد نبوی کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا جاسکتا، جو ان دونوں سے پہلے گزر چکی ہے اور جو پیش گوئی کرنے والی احادیث کا مرکزی ستون ہے۔ مجموعی طور پر ان سب احادیث کی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان اکثریت سے کٹ کر الگ نہ ہوں۔ اور بہر قیمت سیاسی رہنماؤں کی اطاعت کرتے رہیں بجز اس کے کہ ایسا کرلینے سے صریحی کفر لازمی آئے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اجماع (تمسک بالجماعت) سے متعلق جو احادیث ہیں وہ خانہ جنگی کے اس زمانے کے شدید سیاسی تقاضے پر مبنی ہیں۔ یہ حکم کہ اگر حاکم وقت عدل و انصاف کے خلاف کام کر رہا ہو تو بھی اس کی اطاعت کرنی ضروری ہے اس زمانے کے لحاظ سے یقیناً ایک دانشمندانہ مشورہ تھا اور مسلسل خانہ جنگیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے پیدا ہونے والے سیاسی تقاضوں کا لازمی نتیجہ تھا ۔ اس کا خطاب خاص طور پر ان لا علاج باغیوں کی طرف تھا جنہوں نے بغاوت کو پیشے کے طور پر اختیار کرلیا تھا اور جنھیں تاریخ ''خوارج'' کے نام سے جانتی ہے ۔

خارجیت کی مخالف احادیث کی نمائندہ حدیث وہ ہے جو خارجیوں کی باغیانہ فطرت کے بالمقابل مکمل انفعالیت، سکون پسندی اور دنیا سے کنارہ کشی کی تعلیم دیتی ہے ۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث درج ذیل ہے :۔

عن أبي بكرة قال : قال رسول الله ستكون فتن القاعد فيها خير من القائم والقائم فيها خير من الماشي والماشي فيها خير من الساعی (الی آخر الحدیث) ۔ رواه مسلم

یعنی ''حضرت ابو بکرۃ رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ خانہ جنگیوں کا ایک دور آئے گا جب گھر بیٹھنے والا آدمی کھڑے رہنے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا رہنے والا آدمی راستہ چلنے والے سے بہتر ہوگا، اور جو شخص راستہ چلے گا وہ دوڑنے والے آدمی سے بہتر ہوگا الخ ۔'' (۵)
یہ حدیث خارجیوں کی فعالیت اور سیاسی امور سے ان کی دلچسپی کا توڑ کرتی ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ بعض اوقات ایسی احادیث جن میں دنیا سے الگ تھلگ رہنے کی تعلیم دی گئی ہے، عقیدہ اجماع کو بالکل باطل کردیتی ہیں اور خالص انفرادیت کی تعلیم دیتی ہیں ۔ مثلاً رسول اللہ ص سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :

عن عبدالله بن عمرو ان النبي صلى الله عليه وسلم قال : كيف بك اذا ابقيت فى حثالة من الناس مرجت عهودهم و اماناتهم واختلفوا فكانوا هكذا وشبك بين اصابعه قال : ماتامرني قال : عليك بما تعرف ودع ما تنكر وعليك بخاصة نفسك واياك وعوامهم وفى رواية الزم فى بيتك واملك عليك لسانك وخذ ما تعرف ودع ما تنكر وعليك بامر خاصة نفسك ودع امر العامة (رواه الترمذي وصححه)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی ’’ عبداللہ بن عمرو بن العاص رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ اور خدا نے تم کو اتنے عرصہ زندہ رکھا کہ تم اپنے آپ کو چھٹے ہوئے آدمیوں میں پاؤ کہ جن کے نہ عہد و پیمان کا کوئی بھروسہ ہو نہ امانتوں کی دیانت کا اور وہ ایک دوسرے سے یوں گتھم گتھا ہوں جیسے (اشارہ کرتے ہوئے آپ ص نے فرمایا) یہ انگلیاں ۔ تو بتاؤ کہ تم (ان حالات میں) کیا کروگے ؟ عبداللہ بن عمرو نے جواب میں عرض کیا کہ آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ ص نے فرمایا کہ جو بات تمھارے نزدیک معروف ہو (جو تمھیں اچھی لگتی ہو) اسے اختیار کرنا اور جو تمھارے نزدیک منکر ہو (جو تمھیں بری نظر آتی ہو) اسے ترک کردینا ۔ تم خاص اپنے نفس (یعنی ضمیر) کی پیروی کرنا اور عوام (عامۃ المسلمین) کے کہنے میں نہ آنا ۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے گھروں میں جمے رہنا اور اپنی زبانوں پر قابو رکھنا ۔ جو چیز تمھیں اچھی نظر آئے اسے اختیار کرلینا اور جس کو تم اچھا نہ سمجھو اسے ترک کردینا ۔ صرف اپنے کاروبار سے واسطہ رکھنا اور امور عامہ میں نہ پڑنا ۔ (۹) یہاں لائق توجہ امر یہ ہے کہ ابتدائی دور کی عربی تحریروں میں ’’العامہ‘‘ اور ’’الجماعۃ‘‘ کے الفاظ مترادف سمجھے جاتے رہے ہیں ۔

لیکن سنیوں کی تمام احادیث یکسر مخالف خوارج نہیں ہیں مثلاً امام احمد بن حنبل رح، ابو داؤد رح، ترمذی رح اور ابن ماجہ رح نے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں ایک ایسے سیاسی عقیدہ کا نفوذ پایا جاتا ہے جو بلا شبہہ خارجی لاصل ہے ۔ اس حدیث کی عبارت درج ذیل ہے :—

عن العرباض بن سارية ۰۰۰۰ فقال (رسول الله صلى الله عليه وسلم) اوصيكم بتقوي الله والسمع والطاعة وان كان عبداً حبشياً فانه من يعش منكم بعدي فسيري اختلافاً كثيراً فعايكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ (الى آخر الحديث) رواه احمد وابوداود والترمذي

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی ” حضرت عرباض بن ساریہ رض سے روایت ہے کہ ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری (آخری) نصیحت یہ ہے کہ خدا سے ڈرتے رہو اور اپنے سیاسی رہنما کی کامل اطاعت کرو، اگرچہ وہ کوئی سیاہ فام حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو ۔ میرے بعد جو لوگ زندہ رہیں گے وہ (مسلمانوں میں) شدید اختلافات رونما ہوتے دیکھیں گے - ایسی حالت میں میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کا التزام کرنا اور اسے دانتوں سے (خوب مضبوطی سے) پکڑ رکھنا -“ (۶)

اس حدیث میں مکمل سیاسی اطاعت کا جو حکم پایا جاتا ہے وہ مخالف خوارج ہے لیکن استحقاق حکومت کے دائرہ کو ” سیاہ فام حبشیوں “ تک وسعت دیدینا خارجی عقیدہ کے نفوذ کی اتنی واضح علامت ہے کہ سطحی نظر رکھنے والا آدمی بھی اسے محسوس کر سکتا ہے - کیونکہ سنیوں کا عقیدہ تھا کہ سارے ائمہ (یعنی سیاسی رہنما) صرف قریش میں سے ہونگے - جب کہ اہل تشیع امامت کو صرف اہل بیت کے لئے مخصوص سمجھتے تھے- صرف خوارج ہی اس بات کے قائل تھے کہ سیاسی امامت و رہنمائی کا حق ہر مسلمان حاصل کر سکتا ہے ”خواہ وہ سیاہ فام حبشیوں ہی میں سے کیوں نہ ہو“ ان کے نزدیک اس حق کے حصول کی صرف ایک شرط تھی ـــ اس عظیم منصب کے لئے اہلیت - یہ حقیقت کہ اہل السنۃ والجماعت نے اپنے عقیدہ میں بعض عناصر ”دائیں بازو“ سے اور بعض ”بائیں بازو“ سے لے کر داخل کر لئے ہیں صرف محولہ بالا حدیث تک محدود نہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امتزاج اور اعتدال کی یہ حکمت عملی ہی اہل السنۃ والجماعۃ کا اصل الاصول ہے ۔

درمیانی راستے (صراط مستقیم) پر چلنے والی اکثریت (سواد اعظم) کا یہ تصور اگرچہ اپنے ابتدائی مرحلہ میں سیاسی تقاضہ کی پیداوار تھا، لیکن جب سیاسی دھڑے بندیوں کو عقائد، فقہ، اور اخلاق کی بنیادوں پر استوار کرنے کی کوششیں ہونے لگی، تو اس تصور نے دینی عقیدہ اور فقہی مسلک کی شکل اختیار کر لی اور ایسا ہونا ناگزیر تھا - ہم نے اس سلسلہ مقالات کی پہلی قسط میں بتایا ہے کہ بعض کلامی مباحث کے سلسلہ میں امام ابو حنیفہ رح نے اپنے آپ کو ” اہل العدل والسنۃ “ (یعنی توازن اور توسط اختیار کرنے والوں) میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شمار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمیں اس قسم کی اصطلاحات بھی یاد رکھنی چاہئیں جیسے الجماعة من الحدیث (یعنی وہ حدیث جو اکثریت کے نزدیک مسلم الثبوت ہو یا حدیث کی مجموعی نوعیت) یا السنة المعروفة کی اصطلاح جسے امام ابو یوسف رح ایسی '' اجتماعی '' احادیث کو مبہم اور شاذ آراء سے ممیز کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح اصطلاح ''العامة'' بھی انہیں معنوں میں استعمال کی گئی ہے۔

افکار و عقائد کی یہ نزاع فی الواقع نہایت شدید نوعیت کی تھی۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ اسلامی تاریخ میں کلامی اور اخلاقی مسائل کے متعلق یہ پہلی نزاع تھی بلکہ اس وجہ سے بھی کہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ امت مسلمہ کی وحدت کے لئے شدید خطرہ تھی۔ نزاع کی بنیاد یہ تھی کہ مومن یا مسلم کی صحیح تعریف کیا ہے؟ آیا کوئی شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونے کے بعد بھی مسلمان رہ سکتا ہے۔؟ خوارج نے نہ صرف گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیا بلکہ وہ ایسے شخص کی تکفیر کے بھی قائل تھے جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کو کافر قرار نہ دیتا ہو۔ مزید برآں وہ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کو فرض جانتے تھے۔ اس مہیب خطرہ کے مقابلہ میں ضرورت اس امر کی داعی ہوئی کہ اسلام کی کوئی ایسی جامع تعریف کی جائے جو مسلمانوں کی اکثریت (سواد اعظم) کے لئے قابل قبول ہو۔ ایسی تعریف لازماً وہی ہو سکتی تھی جو درمیانی راہ کی طرف رہنمائی کرے۔ اور ناگزیر تھا کہ یہی امر معیار حق و باطل بنے۔

خوارج کی غیر مصالحانہ مذہبی عصبیت کا پہلا رد عمل مرجیہ تحریک کی صورت میں رونما ہوا۔ مرجیہ عقیدہ جسے اغلباً اموی حکمرانوں کی حمایت حاصل تھی یہ تھا کہ جو شخص مسلمان ہونے کا دعویدار ہو، اسے اس کے اعمال کی بنا پر کافر قرار دینا جائز نہیں۔ اس کی باطنی کیفیت و حالت کا آخری فیصلہ خدا کے سپرد کر دینا چاہئے۔ واقعہ یہ ہے کہ امت کی بقاء کے لئے یہ ایک امر ناگزیر تھا کہ کوئی ایسی ہی تعریف کی جائے جیسی مرجیہ نے کی تھی۔ چنانچہ اسلام اور ایمان کے امتیاز کے ساتھ مرجیہ عقائد کی ترمیم شدہ شکل کچھ عرصہ بعد اہل سنت یعنی امت کے سواد اعظم کے عقیدہ کا جزو لازم بن گئی۔ صحیحین کی مندرجہ ذیل مشہور و معروف حدیث (۱) مرجیہ عقائد کا ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہترین نمونہ ہے :—

عن ابي ذر قال: اتيت النبي صلى الله عليه وسلم وعليه ثوب ابيض وهو نائم ثم اتيته وقد استيقظ فقال: ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الا دخل الجنة - قلت : وان زني وان سرق؟ قال : وان زنى وان سرق قلت : وان زني وان سرق ؟ قال : وان زنى وان سرق قلت: وان زنى وان سرق ؟ قال : وان زنى وان سرق على رغم انف ابي ذر (متفق عليه)

یعنی ”حضرت ابو ذر رض سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا - آپ ایک سفید چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے - میں پھر حاضر ہوا تو آپ جاگ چکے تھے۔ آپ ص نے فرمایا کہ جس نے کلمہ لاالہ الااللہ پڑھا اور اس پر ایمان رکھتا ہوا اس دنیا سے کوچ کر گیا ، وہ ضرور جنت میں جائیگا - میں نے عرض کیا : خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو ؟ آپ ص نے فرمایا : ہاں خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو ؟ میں نے کہا : خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو ؟ آپ ص نے فرمایا : ہاں خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو - میں نے سہ بارہ پوچھا : خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو ؟ آپ ص نے فرمایا : ہاں خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو ، اور چاہے اس سے ابو ذر کی ناک خاک میں کیوں نہ آلودہ ہو -“ اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب کبھی حضرت ابوذر رض یہ حدیث روایت کرتے ، وہ اس فقرہ کو فخریہ دھراتے - ”خواہ ابو ذر کی ناک خاک ہی میں کیوں نہ آلودہ ہو -“ (۸) امام ابو یوسف رح نے یہی حدیث کتاب الآثار میں حضرت ابو ذر رض سے نہیں بلکہ ایک اور صحابی حضرت ابو الدرداء رض سے روایت کی ہے - ساتھ ہی امام ابو یوسف رح نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابو الدرداء رض یہ حدیث ہر جمعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے روایت کیا کرتے تھے (۹) -

چونکہ اس روایت میں کہا گیا ہے کہ زنا اور چوری کا ارتکاب کرنے کے بعد بھی ایک شخص اچھا (جنتی) مسلمان رہ سکتا ہے اس لئے اس کا قوی احتمال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا کہ بعض طبائع کی اخلاقی حس کو دھچکا لگتا ۔ اس کا ازالہ پورے طور پر تو ممکن نہ تھا مگر جزوی طور پر اس ناگواری کو رفع کرنے کی غرض سے سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی ایک حدیث میں نسبتاً اعتدال پسندانہ خیال پیش کیا گیا ۔ وہ حدیث درج ذیل ہے :—

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : اذا زني العبد خرج منه الایمان فکان فوق راسه کالظلة فاذا خرج من ذالك العمل رجع الیه الایمان (رواه الترمذي و ابو داؤد)

یعنی ''حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے اور اس کے سر پر ایک چھتر کی مانند لٹکا رہتا ہے ۔ لیکن جب وہ (گناہ کی) اس حالت سے باہر نکل آتا ہے تو اس کا ایمان عود کر آتا ہے''۔ (۱۰)

صحیحین میں اسی مضمون کی حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رض سے بہ الفاظ ذیل مروی ہے :—

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم لایزني الزاني حین یزني وهومومن ولایسرق السارق حین یسرق وهو مومن ۔ (متفق علیه)

یعنی '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زانی زنا کرتے وقت اور چور چوری کرتے وقت مومن نہیں رہتا ۔'' (۱۱)

عقائد و کلام کی اس نا مختتم جنگ میں اہل السنت والجماعت کے امام ابوالحسن اشعری، امام محمد بن محمد ما تریدی اور ان کے جانشینوں نے اسلامی عقائد کو بالاخر اس طرح پر تشکیل دیا جس میں نہ تو ضرورت سے زیادہ آزادی اور انتہا پسندی تھی اور نہ نظر کی تنگی اور کوتاہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خارجیت اور اعتزال کی تحریکیں سرد پڑ گئیں اور امت کے سر سے یہ خطرہ ٹل گیا کہ اس کے افراد اپنے ہاتھوں آپ ہلاک ہوجائیں گے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امت کے استحکام کو دوسرا بڑا خطرہ اس وقت لاحق ہوا جب جبر و اختیار کے مسئلے پر بحث چھڑ گئی - یہ نزاع شاخسانہ تھی عقیدہ اور عمل کے باہمی تعلق اور '' مسلم '' کی صحیح تعریف کی اس بحث کا جس نے دوسری اور تیسری صدی ہجری میں امت مسلمہ کی وحدت کو جڑوں سے ہلا دیا تھا ۔ جب جبر و اختیار پر تاریخی حیثیت سے نظر ڈالتے ہیں تو مجموعی حیثیت سے وہی منظر ہمارے سامنے ابھرتا ہے جس کا نقشہ ہم اوپر کھینچ چکے ہیں - فرق یہ ہے کہ پہلا مسئلہ خوارج نے پیدا کیا تھا اور دوسرا معتزلہ نے جو کلام و عقائد کے دائرہ میں ایک لحاظ سے خوارج کے وارث تھے - یہ دونوں مسائل فی الحقیقت ایک دوسرے سے مربوط ہیں - کیونکہ اگر انسان اپنے ارادہ اور (اس پر قیاس کرتے ہوئے) ارادے کے مطابق عمل پر پورا پورا اختیار رکھتا ہے ' تو اس کے عمل اس کی باطنی کیفیت کے آئینہ دار ہوں گے اور وہ اپنے ارادوں اور اعمال دونوں کا پورے طور سے ذمہ دار ہوگا ۔ لیکن اگر حقیقت یہی ہے (جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے) تو یہ ابتدائی بحث کہ کون واقعۃً مسلمان ہے اور کون نہیں (جو خوارج نے چھیڑی تھی) از سر نو چھڑ جائے گی ۔ دوسرے الفاظ میں اعتزال کا خارجیت کے لئے حیات نو کا پیام بر ہونا ناگزیر ہے ۔ علاوہ ازیں مذہبی ذہنیت رکھنے والے افراد کے نزدیک معتزلی عقلیت انسانیت پرستی کی ایک بھدی شکل تھی - کہ چند افراد اپنے مزعومہ تصور عدل و صداقت کو ذات باری تعالی پر ٹھونسنا چاہتے تھے غالباً انہی دونوں خطرات کے پیش نظر کثیر تعداد میں ایسی احادیث کی اشاعت کی جانے لگی جن میں ارادہ ' نیت اور عمل تینوں سطحوں پر جبر کی تعلیم دی گئی - ہم اس سلسلہ ' مقالات کی دوسری قسط میں جبر کی تعلیم پر مشتمل حدیث کی ایک نسبۃً ابتدائی صورت کا ذکر کرچکے ہیں - لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اس نوع کی احادیث میں چند در چند اضافہ ہوتا گیا ۔ مثلاً مسند احمد بن حنبل اور سنن ابی داؤد کی ایک حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :—

القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم (رواہ احمد وابو داؤد عن عبداللہ بن عمر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی ” جو لوگ قدر (انسانی اختیار و آزادی) پر یقین رکھتے ہیں وہ اس امت کے مجوس ہیں ۔ اگر وہ بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرنا اور ان کی موت واقع ہو تو ان کے جنازہ میں نہ جانا۔“ اس حدیث میں ایک طرف تو معتزلہ کے مکمل مقاطعہ کی تلقین کی گئی ہے دوسری طرف خالص علمی انداز میں سلسلہ بہ سلسلہ منطقی ترتیب کے ساتھ فلسفیانہ استدلال کا ایک ایسا پیچیدہ طرز اختیار کیا گیا ہے جس کو ساتویں صدی کے اوائل کے عربوں کی طرف منسوب کرنا بالکل نا درست ہوگا ۔ مخفی استدلال کی کڑیاں کچھ اس طرح جوڑی جاسکتی ہیں کہ اللہ تعالی قادر مطلق ہے ۔ لیکن اگر کوئی قادر مطلق ہستی موجود ہے تو کسی دوسری ہستی کو قدرت مطلقہ تو درکنار، محض قدرت کی صفت سے بھی متصف نہیں کیا جاسکتا ۔ لیکن اگر انسان اپنے افعال و اعمال کا مختار ہے تو وہ یقیناً قادر بھی ہے ۔ اس لئے انسانی اختیار کو حقیقی تسلیم کرنا واقعۃً دو مساوی القدرت ہستیوں کے وجود کو تسلیم کرنے کے مترادف ہوگا یعنی یہ کہ ایک طرف تو خدا قادر مطلق ہے اور دوسری طرف انسان بھی اپنے افعال پر پورا پورا اختیار رکھتا ہے ۔ کیونکہ اگر ہم انسانی قدرت و اختیار کو اصلی اور حقیقی نہیں مانتے بلکہ اسے قدرت الٰہی کا پرتو قرار دیتے ہیں تو انسانی اختیار باطل ہوجاتا ہے ۔ اب اگر فکر انسانی کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ مجوسیوں نے یزدان و اہرمن دو قدرت رکھنے والی ہستیوں کو مانا، اس لئے ثابت ہوا کہ انسانی قدرت و اختیار کا عقیدہ درحقیقت مجوسیت کی ایک شکل ہے ۔

ایک اور حدیث میں حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا تجالسوا اہل القدر ولا تفاتحوہم (رواہ ابو داؤد)

یعنی ” قدریہ (انسانی اختیار و آزادی کا عقیدہ رکھنے والوں) کی صحبت میں نہ بیٹھو، نہ اپنے معاملات ان سے فیصل کراؤ “ (۱۳)

مسلم اور بخاری کی ایک حدیث میں ابو ہریرہ رض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے :—

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الله كتب على ابن آدم حظه من الزنا ادرك ذلك لا محالة فزنا العين النظر و زنا اللسان المنطق والنفس تمنى وتشتهى والفرج يصدق ذلك ويكذبه (متفق عليه)

یعنی '' ابن آدم کے لئے یہ پہلے سے مقدر کردیا گیا ہے کہ وہ کتنی بار زنا کرے گا، چنانچہ اس سے اسے چھٹکارا نہیں - پس آنکھ کا زنا بد نگاہی ہے- زبان کا زنا (فحش یا نامحرم سے) گفتگو ہے - (جنسی) خواہشات درحقیقت دل میں پیدا ہوتی ہیں' شہوانی اعضا صرف اس کی توثیق یا تردید کرتے ہیں '' (۱۴) بہت سی احادیث میں بڑے تعین اور نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی نے روحوں کی تخلیق کے وقت بعض کے لئے جنت اور بعض لئے دوزخ مقدر کردی - ان میں سے بعض احادیث ایسی بھی ہیں جن میں انسانوں کی اس سعادت و شقاوت کے بارے میں خدا کی طرف سے '' لاابالی '' (مجھے کوئی پرواہ نہیں) کا اعلان کیا گیا ہے (۱۵) - بخاری اور مسلم کی روایت کردہ ایک حدیث درج ذیل ہے :-

عن ابن مسعود قال حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهوالصادق والمصدوق ان خلق احدكم يجمع فى بطن امه اربعين يوما نطفة ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك ثم يبعث الله اليه ملكا باربع كلمات فيكتب عمله و اجله و رزقه وشقى او سعيد ثم ينفخ فيه الروح فوالذى لااله غيره ان احدكم ليعمل بعمل اهل الجنة حتى ما يكون بينه وبينها الا ذراع فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل الجنة فيدخلها (متفق عليه)

''یعنی عبداللہ بن مسعود رضہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا (اور آپ صادق و مصدوق تھے) کہ جب تم میں سے کسی کا جنین رحم مادر میں چالیس دن کا ہوتا ہے تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ (آپ نے ہاتھ کے اشارے سے فرمایا کہ) ایسا لوتھڑا ہوتا ہے پھر ایسی شکل اختیار کرتا ہے ۔ پھر اللہ اس کی طرف اپنا ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کے لئے چار باتیں لکھ دیتا ہے ۔ اس کے اعمال ، اس کی مدت حیات ، اسکا رزق ، اور اس کا شقی یا سعید ہونا ۔ تب اس لوتھڑے میں وہ روح پھونکتا ہے ۔ چنانچہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے کوئی جنتیوں کے سے کام کرتا رہے گا یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف چند گز کا فاصلہ رہ جائے گا کہ اس فرشتہ کا لکھا اس کے آگے آئے گا اور وہ دوزخیوں کے سے کام کر بیٹھے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا ۔ اس کے برخلاف تم میں سے کوئی دوزخیوں کے سے کام کرتا رہے گا یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں صرف چند گز کا فاصلہ رہ جائے گا ۔ اس فرشتے کا لکھا اس کے آڑے آئے گا اور وہ جنتیوں کے سے کام کرڈالے گا اور جنت میں داخل ہوجائے گا ۔(۱۱)

اوپر کی بحث سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ احادیث صرف جبریت کی تعلیم پر مشتمل ہیں یعنی ان میں آئندہ حالات و واقعات کو پہلے سے مقدر فرض کر لیا گیا ہے ۔ اہل السنت کی بعض احادیث (اگرچہ ان کی تعداد نسبتاً کم ہے) اس مسئلہ پر بالکل مختلف زاویے سے روشنی ڈالتی ہیں ۔ مثلاً بخاری اور مسلم کی مشہور حدیث ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ اویمجسانہ (الی آخر الحدیث)

یعنی " ہر بچہ فطرت سلیم لے کر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں ۔" (۱۲) ایک اور حدیث جسے ترمذی ، ابن ماجہ اور احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے حسب ذیل ہے :—

عن ابی خزامہ عن ابیہ (یعمر) قال قلت یا رسول اللہ ارایت رقی نسترقیھا ودواءً نتداوی بہ وتقاۃ نتقیھا ھل ترد من قدر اللہ شیئا؟ قال : ھی من قدر اللہ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

یعنی رسول اللہ ص سے حضرت یعمر رض نے دریافت کیا کہ ہم (بیماری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وغیرہ کے خلاف) احتیاطی تدابیر کے طور پر جو تعویذ اور دوائیں اور پرھیز کرتے ھیں - کیا آپ کے خیال میں وہ تقدیر الٰھی کے انکار پر دلالت کرتی ھیں ؟ رسول اللہ صؐ نے جواب دیا نہیں وہ تقدیر الٰھی کا خود ایک جزو ھیں" حدیث کی اس قسم کے تحت یہ روایت بھی آتی ہے کہ طاعون عمواس کے زمانہ میں حضرت عمر رضؓ نے اسلامی فوج کو طاعون زدہ مقام سے ھٹا کر دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا - اس پر اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ نے اعتراضاً کہا : أفراراً من قدر اللہ ؟ ("کیا ھم اللہ کی تقدیر سے بھاگ رھے ھیں ؟") حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا : نعم ، من قدر اللہ الی قدر اللہ - یعنی "ھاں ھم اللہ کی ایک قضا سے دوسری قضا کی طرف بھاگ رھے ھیں - " (۱۹) اس دوسری قسم کی حدیث کے باوجود جو جبر کی احادیث کے بالمقابل ایک توازن پیدا کرنے کی کوشش سے عبارت تھی جبری احادیث سے اھل السنت نسبتاً بہت زیادہ متاثر ھوئے - لیکن اھل تشیع پر (جو اس اعتبار سے معتزلی روایات پر قائم رھے) ان کا کوئی اثر نہیں ھوا - اھل سنت کے متاخرین میں سے بعض با اثر افراد نے زمانہ ما بعد میں ان جبری احادیث اور بالخصوص ان کی صوفیانہ تعبیر کے خلاف اپنی آواز بلند کی - ان میں سب سے زیادہ ممتاز افراد امام ابن تیمیہ رحؒ اور شیخ احمد سرھندی رحؒ ھیں -

تصوف کی مخالفت اور موافقت میں جو احادیث روایت کی گئی ھیں ان سے بھی یہ ظاھر ھوتا ہے کہ اھل سنت و الجماعت ایک درمیانی راہ اختیار کرنے اور انتہا پسندی کے رجحانات کو بڑھنے سے روکنے کے لئے کوشاں تھے - اس مقام پر یہ نامناسب ھو گا کہ ھم تصوف کی ابتداء اور اس کی نشو و نما کے عوامل سے بحث کریں - اس امر کا انکار کئے بغیر کہ (جیسا کہ ھر معاشرہ میں ھوتا ہے) صحابہ کرام رضؓ میں سے بعض کے مزاج میں زھد و تقشف کے میلانات ، مجاھدانہ خصوصیات اور فعالانہ صفات سے زیادہ قوی تھے ، اس حقیقت کا اعتراف کرنا ھو گا کہ دوسری اور بالخصوص تیسری صدی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

هجری سے تصوف کا ارتقاء جس طور پر عمل میں آیا صحابہ رض اور تابعین رح کی عملی زندگی میں اس کا کوئی جواز نہیں ملتا - تصوف کا اصلی اور ابتدائی محرک ایک طرف تو مسلمانوں کی خانہ جنگیاں تھیں اور دوسری طرف فقہی لظامات کا لشو و ارتقاء تھا - اپنی ابتدائی صورت میں وہ انفرادیت پسندانہ کنارہ کشی ، گوشہ گیری و لیز انتہائی زھد و تقشف کی علمبردار تھی - ھم لے مسلمانوں کی باھمی خانہ جنگیوں کے سلسلے میں ایسی احادیث کا تذکرہ کیا ہے جن میں حد سے زیادہ بڑھی ھوئی گوشہ گیری اور ترک علائق کی تعلیم دی گئی ہے - لیکن اس قسم کی احادیث سے صرف ایک مخصوص سیاسی طرز عمل کا اظہار ھی نہیں ھوتا بلکہ ان میں روحانیت کی ایک متعین کیفیت بھی لظر آتی ہے - مزید برآں صحیح بخاری کی کتاب الجہاد میں ایک حدیث ہے جس میں رسول اللہ ص مسلمانوں کو پہاڑ کے غار میں جا بیٹھنے کی ھدایت فرماتے ھیں - وہ حدیث درج ذیل ہے :-

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قیل یا رسول اللہ ای الناس افضل فقال رسول اللہ علیہ وسلم مومن یجاھد فی سبیل اللہ بنفسہ ومالہ قالوا ثم من ؟ قال مومن فی شعب من الشعاب یتقی اللہ ویدع الناس من شرہ

یعنی " حضرت ابو سعید الخدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون لوگ سب سے افضل ھیں ؟ رسول اللہ ص لے فرمایا : وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے - لوگوں لے پوچھا : پھر کون ؟ آپ لے فرمایا : وہ مومن جو کسی پہاڑ کے غار میں بیٹھا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے - " (۲۰) یہ واقعہ کہ حدیث مذکورہ صحیح بخاری کے اس باب میں آئی ہے جس میں جہاد و قتال کی احادیث جمع کی گئی ھیں اس امر کا لمایاں ثبوت ہے کہ صوفی تحریک کا اثر و نفوذ کس قدر بڑھ گیا تھا اور اھل السنت میں باھمہ ھولے کا جذبہ کس حد تک کار فرما تھا -

زاویہ نشینی اور ترک دنیا کے رجحان کی مخالف احادیث بھی ھمیں ملتی ھیں جو اپنی قوت تاثیر کے لحاظ سے اول الذکر احادیث سے کسی طرح کمتر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہیں - وہ احادیث جن میں صوفیا کے نظریہ' توکل کی انتہائی تعبیرات کے برعکس مسلمانوں کو کسب معاش کی ہدایت کی گئی ہے اور جن میں حد غلو تک پہنچے ہوئے زہد و تقشف کی مذمت کی گئی ہے اتنی مشہور و معروف ہیں کہ ان کے حوالے دینا ہمیں غیر ضروری نظر آتا ہے - (۲۱) - بہر حال اس مضمون کی احادیث کی چبھتی ہوئی مثال وہ حدیث ہے جس کے الفاظ ہیں :-

رهبانية هذه الامة الجهاد فی سبیل الله عز وجل -

یعنی ''اللہ کی راہ میں جہاد ہی اس امت کی رہبانیت ہے'' (۲۲)- لیکن اس سلسلے کی سب سے زیادہ قابل توجہ حدیث وہ ہے جو نسائی نے حضرت انس رض سے روایت کی ہے - اور درج ذیل ہے :-

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حبب لی من الدنیا النساء والطیب وجعل قرة عینی فی الصلوة -

یعنی '' حضرت انس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں مجھے عورتیں اور خوشبو سب سے زیادہ پسند ہیں مگر جس چیز سے میری آنکھوں میں ٹھنڈک پہنچتی ہے وہ نماز ہے'' (۲۳) اس حدیث کے تینوں عناصر الگ الگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی نمائندگی کرتے ہیں - لیکن دنیوی مسرت کو ایک ہی سانس میں دینی عبادت کے ساتھ جس طرح جوڑ دیا گیا ہے اور دو مختلف النوع اقدار کو جس انمل بے جوڑ طریقے پر ایک دوسرے سے مربوط کیا گیا ہے وہ یقیناً ایک مصنوعی ترکیب ہے جسے رسول اللہ صلعم کی طرف ہرگز منسوب نہیں کیا جا سکتا - یہ امر بالکل یقینی معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے صوفیوں کی ایک خاص قسم کی غیر موتلف (unintegrated) روحانیت کو ہدف ملامت بنانا تھا اور بس -

اس سلسلہ' مقالات کے گذشتہ تمام صفحات میں ہم نے احادیث کے ارتقاء کا جو خاکہ پیش کیا ہے اس میں ہم نے عمداً وہ احادیث منتخب کی ہیں جنہیں '' اصولی '' احادیث کہا جاسکتا ہے یعنی وہ احادیث جن سے اسلام کی ابتدائی تشکیلی (formative) دور کی مذہبی تاریخ کے بنیادی منازل کی نشاندہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتی ہے - اور جن کے پس منظر میں سواداعظم یعنی فرقہ اہل السنہ "والجماعہ" کی تشکیل کی تاریخ ابھر آتی ہے -

اگرچہ اجماع جیسے اصولی تصورات کا اسلام کے فقہی نظام سے بھی یقیناً راست تعلق ہے لیکن ہم نے اس سلسلہ' مقالات میں فقہی احادیث کے ارتقاء کا قصداً ذکر نہیں کیا - کیونکہ ان سے مسلمانوں کے گروہ اہل السنت و الجماعت کی تشکیل کے عمل کی اس قدر وضاحت نہیں ہوتی ، جس قدر ان احادیث سے جنہیں ہم نے " اصولی " کہا ہے - بایں ہمہ فقہی اور "اصولی" احادیث میں قدر مشترک اور ان دونوں کے ارتقا کی سمت واحد ' یہ امر ہے کہ یہ دونوں قسم کی حدیثیں صرف سنت نبوی کی ' اس کے معین ظاہری مفہوم میں' مظہر نہیں بلکہ یہ قرون اولی کے مسلمانوں کی "زندہ اور جاری سنت" کو بھی منعکس کرتی ہیں -

احادیث کے عظیم ذخیرے میں سے ظاہری لغوی مفہوم والی سنت نبوی کو " زندہ اور جاری سنت " سے بتمامہا علیحدہ کر لینا نا ممکن اگر نہیں تو از حد مشکل ضرور ہے - لیکن اگر با قاعدہ اور سنجیدہ علمی کوشش کی جائے تو بعض بنیادی خصوصیات و امتیازات کی یقیناً نشاندھی کی جاسکتی ہے - نہ صرف علمی نقطہ نظر سے بلکہ دینی لحاظ سے بھی مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس طرح کی کوشش کریں اور ارتقا کے ان مختلف مراحل کا سراغ لگائیں جن سے درجہ بدرجہ گزر کر فقہی احادیث اپنی آخری صورت میں متشکل ہوئیں - اس ارتقائی عمل کی چند واضح مثالیں ہم اپنے مقالہ "تحقیق ربوا" میں پیش کر چکے ہیں جو اس رسالہ کے گذشتہ شمارہ میں شائع ہوا تھا - ہمیں یقین ہے کہ فقہی احادیث کے تاریخی مطالعہ سے ملت مسلمہ کے بہت سے موجودہ مسائل کے حل کرنے میں بیش بہا مدد مل سکتی ہے۔

فهل من مدّکر!؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱ - مشکوٰۃ المصابیح - مطبوعہ مجتبائی ' دہلی ' سنہ ۱۹۳۲ ع ' ص ۳۶۱

۲ - ایضاً - ص ۳۶۳ -

۳ - ایضاً - ص ۳۶۱ -

۴ - ایضاً - ص ۳۶۲ -

۵ - ایضاً - ص ۳۶۲ -

۶ - ایضاً - ص ۳۶۲ -

۷ - ایضاً - ص ۳۰ - اسی مضمون کی اور حدیثیں صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب طاعۃ الامیر الخ میں مختلف طریقوں سے مروی ہیں اور ان میں بھی فقرہ " عبداً حبشیاً " یا " عبداً حبشیاً مجدعاً " موجود ہے -

۸ - ایضاً - ص ۱۴ -

۹ - امام ابو یوسف : کتاب الآثار - مطبوعہ قاہرہ سنہ ۱۳۵۵ھ اثر نمبر ۸۹۱ -

۱۰ - مشکوٰۃ المصابیح - ص ۱۸ - ایضاً - ص ۱۷ -

۱۱ - ایضاً - ص ۱۷ -

۱۲ - ایضاً - ص ۲۲ -

۱۳ - ایضاً - ص ۲۲ -

۱۴ - ایضاً - ص ۲۰ -

۱۵ - ایضاً - ص ۲۰ تا ۲۳ - مسند احمد بن حنبل میں " لاابالی " والی حدیث حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے - ج ۳ ص ۲۳ تا ۲۴ -

۱۶ - ایضاً - ص ۲۰ -

۱۷ - ایضاً - ص ۲۱ -

۱۸ - ایضاً - ص ۲۲ -

۱۹ - ابن الاثیر : تاریخ الکامل - مطبوعہ قاہرہ ' سنہ ۱۲۹۰ھ ' ج ۲ ' ص ۲۳۶ -
اسی مضمون کی ایک روایت امام طحاوی کی شرح معانی الآثار (مطبوعہ دہلی ' تاریخ ندارد) کے صفحہ ۳۱۳ پر درج ہے -

۲۰ - صحیح بخاری - کتاب الجہاد و السیر ' دوسرا باب -

۲۱ - مثال کے طور پر ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح - ص ۲۷ - ۲۲۱ تا ۲۲۳ -
ایضاً - کتاب العلم (ص ۳۲ تا ۳۸) کی متعدد احادیث -

۲۲ - امام احمد بن حنبل : مسند - مطبوعہ میمنیہ ' مصر ' سنہ ۱۳۱۳ھ ' ج ۳ ص ۸۲ و ۲۸۶ -

۲۳ - نسائی : سنن - کتاب عشرۃ النساء ' باب حب النساء ' پہلی حدیث -

© rasailojaraid.com